شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کے ساتھ رفاقت کی سرگذشت

حضرت مولانا گل رحمٰن دارالعلوم کے ناظم مالیات کے قلم سے

حضرت مولانا گل رحمن صاحب دارالعلوم کے ناظم مالیات، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ کے اولین تلامذہ، اور دیوبند کے زمانہ کے رفقاء میں سے ہیں۔ دارالعلوم کے ناظم اول حضرت مولانا سلطان محمود مرحوم کی طرح اپنی تمام زندگی حضرت شیخ الحدیث کے قائم کردہ گلشن کی آبیاری میں وقف کردی ان کو لکھنے اور مضمون نویسی سے شغل نہیں رہا تاہم ہمارے اصرار پر حضرت شیخ الحدیث ؒ کے ساتھ اپنی خدمت و رفاقت کی اجمالی سرگذشت لکھ دی ہے مستقبل کے مورخ اس سے بھی قطعاً بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ حضرت شیخ الحدیث کی سیرت و سوانح اور دارالعلوم کی تاریخ کی ترتیب و تدوین کے لیے اس مضمون میں بھی رہنما خطوط بآسانی مل سکتے ہیں۔ لہٰذا نذر قارئین ہے۔

میرا ابتدائی سفر برائے تحصیل علم حضرت شیخ الحدیث صاحب مرحوم کے ہاں ہوا تھا جو کہ اس وقت حضرت کا ایک سال ہوا تھا کہ دیوبند سے فراغت حاصل کر کے یہاں اپنے محلہ میں درس تدریس کا کام شروع کیا حضرت کے پاس اس وقت صرف دو طالب علم تھے ایک مولانا صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب آف کالوخان اور ایک صاحب مقام دھوبیاں ضلع مردان کے رہنے والے تھے حضرت سے منطق کی کتب پڑھتے تھے میں اس وقت صرف میر اور کنزالدقائق پڑھتا تھا۔

اس کے بعد کچھ عرصہ کے لیے مجھے سبق ترک کرنا پڑا پھر بعد میں نوشہرہ لاہور پنجاب میں کچھ عرصہ چند ماہ گزار کر واپس حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی خدمت میں اکوڑہ خٹک حاضر ہوا تو اس وقت حضرت کے ساتھ بیس بائیس طالب علم تھے جو کہ منتہی طالب علم تھے بلکہ اکثر غورغشتی میں حضرت مولانا نصیر الدین صاحب مرحوم سے دورہ حدیث پڑھ کر یہاں حضرت شیخ الحدیث ؒ کے پاس تکمیل کے لیے آتے تھے۔ بیضاوی، حمداللہ، قاضی صدرا اور ریاضی کی کتب حضرت سے پڑھتے تھے۔ چنانچہ میں نے حضرت سے کافیہ شروع کیا اور کافیہ کے بعد شرح ملا جامی، مختصر المعانی بھی حضرت سے پڑھی چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ہاں دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے کافی خطوط بھیجے کہ آپ دارالعلوم تشریف لاویں آپ کی بہت اشد ضرورت ہے۔

چنانچہ حضرت دارالعلوم دیوبند تدریس کے لیے تشریف لے گئے تو چند ساتھی بھی ساتھ چلے گئے جن میں مولانا عبدالجلیل صاحب اور مولانا لطف الرحمن اور مولانا عبدالحمید صاحب اور مولانا محمد شفیق صاحب بھی تھے۔

حضرت کے دیوبند تشریف لے جانے پر احقر سوات چلا گیا تقریباً چھ مہینے گرمی کے ایام وہاں پر گذارے جب واپس گھر آیا تو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مرحوم رمضان میں تعطیلات کلاں میں دیوبند سے اکوڑہ تشریف لائے ہیں۔ بندہ بھی اکوڑہ خٹک حاضر ہوا تاکہ حضرت کے ساتھ ملاقات ہو جائے۔ جب بندہ قدم بوسی کے لیے اکوڑہ خٹک پہنچا تو حضرت بہت خوش ہوتے اور بندہ سے فرمایا کہ اگر علم حاصل کرنا ہے تو میرے ساتھ دیوبند چلیے میں نے کہا بہت اچھا ضرور جاؤں گا۔ چنانچہ دیوبند میں یہ اصول تھا کہ جدید طالبعلم کا داخلہ ۱۰ رشوال تک اور قدیم طالب علم کا داخلہ ۲۵ رشوال تک ہوتا تھا چنانچہ بندہ کو حضرت شیخ الحدیث صاحب مرحوم نے کہا کہ ہم ۲۵ رشوال کو آئیں گے اور تم پہلے چلے جاؤ تاکہ داخلہ بروقت ہو سکے چنانچہ احقر کو حضرت شیخ الحدیث صاحب نے خط لکھ کر دیا اور وہاں ایک مولانا صاحب جو کہ کابل کے رہنے والے تھے اور بہت خوشنویس تھے ان کے نام پر تحریر لکھی کہ گل رحمن کے داخلہ وغیرہ کا انتظام کریں اور ہمارے آنے تک یہ آپ کے پاس رہے گا۔ چنانچہ ۲۵ رشوال کو جب حضرت شیخ الحدیث ؒ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ دیوبند پہنچے تو حضرت کا قیام کمرہ نمبر ۵۴ اور بندہ اور دیگر ساتھیوں کا قیام کمرہ نمبر ۵۲ باب الظاہر میں ہوا۔ یہ دروازہ ظاہر شاہ بادشاہ جو کہ کابل کا حکمران تھا حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی خدمت میں اسی وقت میں چالیس ہزار روپیہ دیتے تھے جس کی وجہ سے اس کا نام باب الظاہر رکھا گیا تھا۔ چنانچہ بندہ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ساتھ دیوبند میں تین سال گزارے اور اسباق دورہ کلاں کے موقوف علیہ تک پڑھے ۱۹۴۶ء میں جب رمضان کی چھٹی ہوگئی میں نے حضرت

شیخ الحدیث سے عرض کیا میرا ارادہ ہے کہ ترمذی شریف کی تقریر لکھوں اس سال میں گھر نہیں جاتا حضرت نے فرمایا اب ملک میں بہت گڑبڑیشن ہے اور پاکستان بننے والا ہے تم چلے جاؤ اگر حالات سازگار رہوں تو واپس آئیں گے اور اگر معاملہ خراب ہوا تو پھر آپ کو بہت تکلیف ہوگی لہٰذا ضرور ہمارے ساتھ وطن چلو چونکہ حضرت کی رائے تو بہت صائب تھی چنانچہ حضرت مع تمام ساتھیوں کے وطن آئے اور اسی وقت ہندوستان میں فسادات شروع ہوتے پھر دیوبند جانا ناممکن ہوگیا۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے یہاں دورہ صغریٰ اور دورہ کبریٰ شروع کئے اور میں نے چونکہ دورہ صغریٰ دیوبند میں پڑھا تھا لہٰذا میں نے ہدایہ آخرین، مطول، اور میر زاہد شروع کیا پہلے سال دورہ حدیث میں صرف آٹھ طلبہ تھے جن میں مولانا عبدالجمیل صاحب مولانا امیر خان وغیرہ شامل تھے پھر دوسرے سال دورہ میں یہ ناچیز اور دیگر ساتھی جن میں مولانا سلطان محمود صاحب ناظم اوّل وغیرہ شامل تھے۔ چنانچہ جب دورہ سے فارغ ہوئے تو مولانا سلطان محمود صاحب مبلغ پانچ روپیہ مشاہرہ پہ دارالعلوم میں ناظم مقرر ہوتے اور اس ناچیز کو سفارت کا کام حضرت نے سپرد کیا چنانچہ چندہ کے سلسلہ میں بندہ لوگی تحصیل پشاور اور دیگر مضافات میں چلا گیا وہاں موضع چمکنی میں ایک مدرسہ تھا جس میں مدرس کی ضرورت تھی۔ چنانچہ بندہ جب بغرض وصولی چندہ مدرسہ کے مہتمم صاحب کے ہاں پہنچا میں نے کہا کہ اکوڑہ خٹک میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نے دارالعلوم بنایا ہے میں دارالعلوم کا سفیر ہوں اور چندہ حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں انہوں نے کہا کہ مجھ کو ایک مدرس کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے مجھ سے امتحانی چند سوال کئے میں نے تسلی بخش جواب دیئے، انہوں نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ ہمارے پاس مدرس ہوں۔ چنانچہ میں نے کہا کہ میں اپنے استاذ اور مربی سے پوچھوں گا اگر انہوں نے اجازت دی تو آؤں گا ورنہ پھر میں آنے سے معذور ہوں گا ایک ہفتہ اس نے مہلت دی کہ ایک ہفتہ تک آپ کا انتظار رہے گا۔ چنانچہ واپسی پر حضرت سے عرض کیا وہاں چمکنی میں مدرس کے لیے آپ کا جو حکم ہو صادر فرماویں۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ فی الحال وہاں چمکنی میں تدریس کریں یہاں دارالعلوم میں کام بھی کم ہے جب دارالعلوم کو ضرورت پڑے گی تو آپ کو اطلاع کروں گا۔ چنانچہ ایک سال تک میں چمکنی میں مدرس رہا جب دارالعلوم کا کام زیادہ ہوا حضرت نے کارڈ بھیجا کہ آپ دارالعلوم آجائیں یہاں پہ تمہارے کام کی ضرورت ہے وہاں چمکنی میں مجھ کو تیس روپے ماہوار ملتے تھے جب میں اکوڑہ گیا تو اوّل ناظم صاحب کی تنخواہ ۲۵ روپے ماہوار تھی۔ تو حضرت نے کہا کہ ناظم سلطان محمود کو جو تنخواہ ملتی ہے وہ تم کو بھی دیا کریں گے میں نے کہا کہ میں شادی شدہ ہوں اور ناظم صاحب مجرد ہے تو جو تنخواہ مجھ کو چمکنی میں ملتی تھی کم از کم وہ تو ملنی چاہیے چنانچہ حضرت نے فرمایا وہی تنخواہ دیں گے چنانچہ میری وجہ سے مولانا سلطان محمود صاحب کی تنخواہ مبلغ تیس روپے مقرر کی گئی جب چمکنی سے آیا تو مجھ کو ہدایۃ النحو، کنز آخر وغیرہ کتب بھی مدرسہ کی طرف سے تدریس کے لیے دیئے گئے لیکن جب انتظامی امور بڑھ گئے تو تدریس کا سلسلہ بھی ختم ہوا چنانچہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو بہت افسوس ہے کہ درس کا سلسلہ ختم ہو رہا ہے۔ تو حضرت نے کہا کہ میں بھی مہتمم ہوں اور طلبہ کی نظامت بھی جاہل آدمی نہیں کر سکتے چنانچہ اسی وقت سے مالیات کے علاوہ تمام شعبہ جات بندہ کے حوالہ کر دیئے گئے۔ شعبہ مطبخ، شعبہ کتب خانہ، دارالاقامہ، امور داخلہ وغیرہ تمام کے تمام بندہ کے سپرد کر دیئے گئے جب مدرسہ نے ترقی کی اور صبح سے شام تک کام پورا نہیں ہوتا تو میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت اب کام بہت زیادہ ہے ایک آدمی سے پورا نہیں ہوتا تو حضرت نے مجھ کو کہا کہ آپ آدمی پیدا کریں تنخواہ جتنی ہو ہم دیں گے چنانچہ میں نے ایک صاحب کو کہا کہ دارالعلوم کے انتظامی امور بہت بڑھ گئے ہیں

آپ میرے ساتھ بطور معاون رہیں اور تنخواہ جتنی ہو حضرت نے فرمایا کہ ہم دیں گے چنانچہ مبلغ چالیس روپے ماہوار ان کے ساتھ بات ہو گئی اس صاحب کو میں نے صرف مطبخ میں روٹی کی تقسیم حوالے کی دو دن کے بعد وہ صاحب دوپہر سڑک کے کنارے جا رہے تھے میں نے کہا مولانا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ نوکری میں نہیں کر سکتا۔ تم تو تیلی کے بیل ہو نہ ابتدا معلوم ہے نہ انتہا بلکہ صبح سے شام تک ایک دوڑ ہے چنانچہ وہ صاحب چلا گیا کئی سال تک میں اکیلا وہ کام کرتا رہا۔

جب مولانا سلطان محمود صاحب کا انتقال ہوا تو حضرت نے مالیات بھی میرے ذمہ کر دیئے جس کی وجہ سے دارالعلوم کے دوسرے شعبہ جات کی ڈیوٹی مشکل تھی، کتب خانہ و مطبخ وغیرہ کا کام اور منتظمین حضرات کے حوالہ کر دیا گیا فی الحال بندہ صرف مالیات کے شعبہ کا خادم ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق دیں۔

آج اپنی شام تنہائی کا ہے منظر جدا
جوش درد دل جدا ہے جوش چشم تر جدا
جو تھا اپنے حال میں تھا مست بزم ناز میں
مے جدا ساقی جدا، صہبا جدا ساغر جدا
عارفی